(۱)

﴿اللہ ربُّ العزّت ذات وصفات میں لاشریک ہے﴾

عقیدہ توحید کا نہایت اہم مسئلہ جس کو سیکھنا ہر مُسلمان پر فرض ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ ط اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ط صَدَقَ اللّٰہُ وَمَوْلَانَا الْعَظِیْمُ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ: اللہ ربُّ العزّت کے فضل وکرم، رسولِ کریم ﷺ کی نظرِ عنایت، اور بزرگانِ دین کی دعاؤں کی برکت سے اِس تحریر میں اِسلامی عقیدہ توحید کے اہم ترین موضوع کو اِنتہائی آسان انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ ربُّ العزت کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ وہ اِس کے ذریعے اُمتِ مُسلمہ خصوصًا عقیدہ کے بارے میں اُلجھے ہوئے، احباب کو خوب نفع عطا فرمائے۔ آمین۔ ہم پہلے توحید کا مفہوم بیان کرتے ہوئے چند اُصول پیش کریں گے، پھر صفات میں لاشریک ہونے کا مفہوم قرآن وسُنت کی روشنی میں لائیں گے۔

﴿توحید کا مفہوم﴾

لغوی معنی کے لحاظ سے: اَلتَّوْحِیْدُ: ھُوَ جَعْلُ الشَّیْءِ وَاحِدًا ط
توحید: وہ کسی چیز کو ایک کرنے (ماننے) کو کہتے ہیں۔ جبکہ اِصطلاحِ شریعت میں جن سات چیزوں پر ایمان (عقائد ونظریات درست) رکھنے سے بندہ مومن ہوتا ہے، اُن کے بارے میں زُبان سے اِقرار اور دِل سے تصدیق کرنا توحید ﴿وایمان﴾ کہلاتا ہے۔ اُن سات چیزوں کو مومن بہٖ بھی کہتے ہیں۔

﴿مومن بہٖ درج ذیل سات چیزیں ہیں﴾

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنا۔ (۲) فرشتوں پر ایمان رکھنا۔ (۳) تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھنا۔ (۴) تمام انبیاء ورسولوں پر ایمان رکھنا۔ (۵) آخرت کے دن پر ایمان رکھنا۔ (۶) اچھی بُری تقدیر پر ایمان رکھنا۔ (۷) مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان رکھنا۔

﴿عقیدہ کی درُستگی کی پہچان﴾

ایمان دوطرح کا ہوتا ہے۔ (۱)۔اجمالی ایمان (۲)۔تفصیلی ایمان۔
صرف یہ کہنا، کہ میں سب پر ایمان لاتا ہوں، اجمالی ایمان ہے۔ جبکہ اللہ ربّ العزّت اوراُس کے پیاروں کو﴿ قرآن وسنت میں مذکورہ﴾تمام صفات وکمالات کیساتھ ماننا، تفصیلی ایمان ہے۔لہذا: مومن بہ سات چیزوں پر تفصیلی ایمان ضروری ہے۔اس لئے فرقہ بندی سے بچنے والے مُسلمان اللہ ربّ العزّت اوراُس کے پیاروں کو﴿قرآن وسنت میں مذکورہ﴾تمام صفات وکمالات کیساتھ مانتے ہیں۔

﴿ایمان اگر پایا جائے،تو پورا پایا جاتا ہے﴾

ایمان اپنے وُجود یعنی پائے جانے کے لحاظ سے بسیط ہے، مُرکب نہیں ہے۔یوں بھی کہہ سکتے ہیں، کہ ایمان اگر پایا جائے تو پورا پایا جاتا ہے،اور اگر نہ پایا جائے تو بالکل نہیں پایا جاتا۔اوریوں بھی کہہ سکتے ہیں، کہ ایمان تجزِّی (تقسیم) کوقبول نہیں کرتا۔

جیسا کہ کوئی پورے قرآن کریم کو مانے صرف ایک آیہ کریمہ کو نہ مانے، تو وہ کافر ہے۔ یوں کہنا جائز نہیں کہ اُس نے ایک آیت کو نہیں مانا، لہذا، وہ ننانوے فیصد مومن ہے، ایک فیصد کافر ہے۔ بلکہ صرف ایک آیت کو نہ ماننے والا، کافر ہے۔ اس لیے کہ ایمان اپنے وُجود یعنی پائے جانے کے لحاظ سے تجزّی (تقسیم) کو قبول نہیں کرتا۔

﴿ سات چیزوں میں سے پہلی چیز ﴾

مومن بہ سات چیزوں میں سے پہلی چیز اللہ ربُّ العِزَّت کو ماننا ہے۔ وہ ماننا ذات وصفات سمیت ہے۔

وہ ابتداء، انتہا سے پاک ہے۔ وہ ضِد (مدِّ مُقابل)، ہم پلہ، ہم جنس، ماں، باپ، بیوی، اولاد، جھوٹ اور ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔ اللہ ربُّ العِزَّت اپنی ذات وصفات میں لاشریک ہے۔ ہماری اِس تحریر کا عُنوان بھی یہی ہے۔

﴿صفات میں بھی لاشریک ہونے کا خودساختہ مفہوم﴾

صفات میں لاشریک ہونے کا وہ مطلب ہرگز نہیں۔ جو بعض لوگوں نے اپنی طرف سے بنا لیا۔اور کہا کہ جوصفات اللہ کریم کے لیے ثابت ہوں، (نَعُوْذُبِاللہ) اُنہیں مخلوق کی طرف بالکل منسوب نہ کرنا۔صفات میں لا شریک ہونا ہے۔

اگر چند اُصولوں کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیا جائے۔تو صفات میں لاشریک ہونے کا مفہوم سمجھنا کوئی مُشکل نہیں ہوگا۔

نوٹ: اُصول کا لفظ فقط مضمون کو عام فہم بنانے کے لیے کیا گیا ہے۔

﴿جن اُصولوں کے بغیر صفات میں لاشریک ہونے کا مفہوم سمجھنا محال ہے﴾

﴿اُصول نمبر ۱﴾

اللہ ربُّ العِزَّت کی چند صفات ایسی ہیں، جو صرف اللہ ربُّ العِزَّت کی ذات کے لیے خاص ہیں ،اُن صفات کا مخلوق کی طرف مجازی طور پر بھی منسوب کرنا کفر ہے۔(تفصیل آگے آئے گی)

﴿اُصول نمبر۲﴾

قرآن وسنت میں اللہ ربُّ العِزَّت کی درجنوں صفات ایسی ہیں، کہ وہی صفات وکمالات اللہ ربُّ العِزَّت کی ذات کی طرف اور وہی صفات وکمالات اللہ کے پیاروں کی طرف منسوب ہیں۔ (تفصیل آگے آئے گی)

﴿اُصول نمبر۳﴾

قرآنِ کریم میں کئی ایسی صفات ہیں، کہ اللہ ربُّ العزت نے کفار،مشرکین کے بارے میں اُن صفات کا رَدّ (انکار) کیا۔اور وُہی صفات اللہ ربُّ العزت نے اپنے پیاروں کی طرف منسوب فرمائیں۔

یعنی اللہ کے دوستوں اور دُشمنوں (کفّار ومشرکین) کے لیے احکام وصفات ایک جیسی نہیں، بلکہ الگ الگ ہیں۔

﴿اُصول نمبر۴﴾

سورۃ: آلِ عمران آیت ۷ میں بعض آیات کو مُتشابہات کہا گیا،اُن آیات کا ظاہری معنیٰ مُراد لینا،یا تاویلات (اندازے) کرنا حرام ہے۔

(تفصیل آگے آئے گی)

﴿پہلے اُصول کی وضاحت﴾

اللہ ربُّ العِزَّت کی چند صفات ایسی ہیں، جو صرف اللہ ربُّ العِزَّت کی ذات کے لیے خاص ہیں، اُن صفات کا مخلوق کی طرف مجازی طور پر بھی منسوب کرنا کُفر ہے۔ اُن صفات کو معیار اُلوہیت بھی کہتے ہیں۔

وہ صفات یہ ہیں: (۱)۔ عبادت کا حقدار ہونا۔ (۲) واجب الوجود یعنی اپنی ذات وصفات کے ساتھ ہمیشہ سے ہونا اور ہمیشہ باقی رہنا۔

﴿عبادت کا حقدار صرف اللہ ربُّ العِزَّت ہی ہے﴾

کسی ذات کو ہمیشہ سے یا عبادت کا حقدار سمجھ کر، اُس کی اِنتہاء درجے کی مخصوص تعظیم کرنا عبادت ہے۔ اس لیے اہلِ اِسلام اللہ کے پیاروں کا اَدب وحیاء کرتے ہیں، لیکن اللہ کریم کے علاوہ کسی ذات کو ہمیشہ سے یا عبادت کا حقدار نہیں سمجھتے۔

قُرآنِ کریم میں سورہ: بنی اسرآئیل آیت: نمبر ۲۳ میں اِرشادِ ربّانی ہے۔ وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ط

ترجمہ: اور تیرے رب کا حُکم ہے، کہ اللہ کے علاوہ تم کسی کی عبادت نہ کرو۔

مذکورہ دونوں صفات اللہ ربُّ العزّت کی ذات کے علاوہ مجازی (عطائی) طور پر بھی کسی میں نہیں پائی جاسکتیں۔ اِن کے علاوہ باقی صفات میں حقیقت اور مجاز کا فرق ہے۔ جسے سمجھنا بہر صورت لازم ہے۔ (تفصیل آگے آئے گی)

﴿کسی چیز کی طرف منہ کرنا اُس کی عبادت نہیں﴾

عبادت کا حقدار صرف اللہ ربُّ العزّت ہے، ہم اللہ کے حُکم کی وجہ سے کعبہ کی طرف مُنہ کرتے ہیں، کعبہ کو عبادت کا حقدار نہیں سمجھتے۔ اسی طرح گناہوں کی مُعافی (کی دُعا مانگنے) کے لیے سورۃ: النساء، آیت ۶۴ میں حُکم ہے۔ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ط

ترجمہ: اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظُلم کر بیٹھیں، تو وہ (خود جسم کیساتھ یا بہت دور رہنے والے عالمِ تصور میں محبوب ﷺ) آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر، پھر اللہ (ربُّ العزّت) سے مُعافی مانگیں۔ پھر (بلند) شان والے رسول ﷺ اُن کی سفارش فرمادیں، تو وہ اللہ (ربُّ العزّت) کو خوب توبہ قبول فرمانے، خوب رحم فرمانے والا پائیں گے۔

اِس آیہ کریمہ کو پڑھنے سُننے کے بعد اِیک مُسلمان کا دِل میں یہ بات اُتر جانی چاہیے کہ عبادت کا قبلہ مسجد حرام جبکہ توبہ کے لیے وسیلہ مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

﴿محبوبانِ خُدا کی تعظیم وتوقیر کرنا﴾

یاد رہے کہ محبوبانِ خُدا کی تعظیم وتوقیر کرنا اُن بندوں کی عبادت نہیں، بلکہ اللہ کا حُکم ہے۔ بِلا شک وشُبہ جِس کا حُکم ہے، اُسی کی عبادت ہے۔ شرک کا اندیشہ دِلا کر شرعی تعظیم سے منع کرنا قُرآن کریم کی کئی آیات کا اِنکار اور دین سے مذاق ہے۔

﴿قُرآنِ کریم میں خوب تعظیم واَدب کا حُکم﴾

قُرآنِ کریم میں سورۃ: الفتح، آیت: نمبر ۹ میں اِرشادِ ربّانی ہے۔

وَتُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ط ترجمہ: اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تعظیم وتوقیر (یعنی خوب اَدب) کرو۔

﴾صحابہ کرامؓ کی توحید آدابِ رِسالت سے آراستہ تھی﴿

بخاری شریف میں: کتاب الشروط: باب الشروط فی الجھاد میں روایت کی عبارت یوں ہے۔

وَاللّٰہِ مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ فَدَلَکَ بِھَا وَجْھَہٗ وَجِلْدَہٗ ط وَاِذَا تَوَضَّیٔ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وُضُوْءِہٖ ط

ترجمہ: اور اللہ کی قسم: جب بھی رسول اللہ ﷺ اپنا گلا صاف فرماتے، وہ گلے کا تبرّک ہمیشہ کسی صحابی کے ہاتھ پر ہی گرتا۔ پس وہ اُسے اپنے چہرے اور جسم پر مَل لیتا۔ اور جب آپ ﷺ وضو فرماتے، تو (یوں محسوس ہوتا) کہ وضو کے (استعمال شدہ) پانی کو حاصل کرنے کے لیے ابھی لڑائی ہو جائے گی۔

﴾تبرّکات کو بُت پر قیاس کرنا درست نہیں﴿

اگر چہ تبرّکات اور بُت دونوں میں جان نہیں ہوتی، لیکن تبرّکات کا وسیلہ شرعی طریقے سے درست ہے۔ اصل میں بات جاندار یا بے جان ہونے کی نہیں، بلکہ بات نسبت کی ہے۔

﴿نسبت والی چیزوں کا وسیلہ﴾

سورۃ یوسف: آیت نمبر ۹۶ میں ہے: اَلْقٰهُ عَلٰی وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ط
کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی حضرت یوسف علیہ السلام کے کُرتہ مُبارک کے ذریعے ﴿وسیلہ﴾ سے لوٹ آئی۔ جبکہ مذکورہ حدیثِ پاک میں صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کے گلہ مبارک کے تبرُّک کے ذریعے ﴿وسیلہ﴾ سے برکتیں حاصل کیں۔ معلوم ہوا کہ تبرُّکات کو وسیلہ بنانا سُنتِ انبیاء ہے، اور سُنتِ صحابہ بھی ہے۔

﴿دوسرے اُصول کی وضاحت﴾

قرآن وسنت میں اللہ ربُّ العزَّت کی درجنوں صفات ایسی ہیں، کہ وہی صفات وکمالات اللہ ربُّ العزَّت کی ذات کے لیے اور وہی صفات وکمالات اللہ کے پیاروں کی طرف منسوب ہیں۔

ہم پہلے قرآن کریم سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ پھر اُن صفات میں لاشریک ہونے کا مفہوم، حقیقت اور مجاز کا فرق اور اُسکی شرائط بیان کریں گے۔

﴿تمہارے اعمال کو دیکھنے کا اِختیار﴾

سورہ:التوبہ، آیت نمبر:۹۴ میں اِرشادِ ربّانی ہے۔وَ سَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہ ط

ترجمہ: اور عنقریب اللہ اور اُس کا رسول ﷺ تمہارے اعمال کو دیکھیں گے۔ مذکورہ آیہ کریمہ میں ﴿تمہارے اعمال کو دیکھنا﴾ اللہ ربُّ العزّت کی شان ہے، اور وہی صفت اُس کے رسول ﷺ کی بھی ہے۔

﴿مخلوق پر انعام کرنے کا اِختیار﴾

سورہ الاحزاب، آیت نمبر:۳۷ میں اِرشادِ ربّانی ہے۔وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِ ط

ترجمہ: اور جب (محبوب ﷺ) آپ نے اُس (زید بن حارثہ) سے کہا: جس (زید بن حارثہ) پر اللہ (ربُّ العزّت) نے اِنعام فرمایا، اور (محبوب ﷺ) آپ نے اِنعام فرمایا۔ مذکورہ آیہ کریمہ میں ﴿انعام کرنا﴾ اللہ ربُّ العزّت کی شان ہے، اور وہی صفت اُس کے رسول ﷺ کی بھی ہے۔

﴿غنی کرنے (جھولیاں بھرنے) کا اِختیار﴾

سورہ: التوبہ آیت نمبر: ۷۴ میں اِرشادِ ربّانی ہے۔ اَغۡنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہ ؕ

ترجمہ: اللہ اور اُس کا رسول ﷺ نے اُنکو غنی (امیر) کردیا۔

مذکورہ آیہ کریمہ میں ﴿غنی یعنی امیر کرنا، جھولی بھرنا﴾ اللہ ربُّ العِزَّت کی شان ہے، اور وہی صفت اُس کے رسول ﷺ کی بھی ہے۔

﴿داتا یعنی دینے، عطا کرنے کا اِختیار﴾

سورہ: التوبہ آیت نمبر: ۵۹ میں اِرشادِ ربّانی ہے۔

سَیُؤۡتِیۡنَا اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ وَرَسُوۡلُہ ط

ترجمہ: اور عنقریب اللہ اور اُس کا رسول ﷺ اُنکو اپنے فضل سے دیتا رہے گا۔ مذکورہ آیہ کریمہ میں ﴿داتا یعنی دینے والا ہونا﴾ اللہ ربُّ العِزَّت کی شان ہے، اور وہی صفت اُس کے رسول ﷺ کی بھی ہے۔

﴿مدد کے کافی ہونے کی شان وشوکت﴾

سورہ:التوبہ،آیت:نمبر۱۲۹میں اِرشادِربّانی ہے۔فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ

ط ترجمہ:پس اگر وہ (کافر ہدایت کی دعوت قبول کرنے سے) مُنہ پھیریں،

تو آپ فرمادیں کہ میرے لیے اللہ(ربّ العزّت)ہی کافی ہے۔

جبکہ سورہ:انفال آیت نمبر:۶۴میں اِرشادِربّانی ہے۔یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ

وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُوْمِنِیْنَ ط

ترجمہ:اے شان والے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے لیے،اللہ کی،اورآپکی

اِتّباع(پیروی) کرنے والوں کی مدد کافی ہے۔مذکورہ آیہ کریمہ میں مجازی

طور پر﴿کافی ہونے﴾ کی نسبت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی طرف بھی

ہے۔

﴿مردے زندہ کرنے کا اِختیار﴾

سورہ:البقرہ،آیت نمبر:۲۵۸میں اِرشادِربّانی ہے۔قَالَ رَبِّیَ الَّذِیْ

یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ط ترجمہ:(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) کہا:میرارب وہ

ہے،جوزندہ کرتا ہے،اور مارتا ہے۔

جبکہ سورہ: آل عمران. آیت نمبر: ۴۹ میں اِرشادِ ربّانی ہے۔ اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ ط ترجمہ: (حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اعلان کیا) کہ میں مُردوں کو اللہ کے دیے ہوئے اِذن (اختیار) سے زندہ کرتا ہوں۔

مذکورہ پہلی آیہ کریمہ میں ﴿زندہ کرنے﴾ کی نسبت اللہ کریم کی طرف بھی ہے، جبکہ دوسری آیہ کریمہ میں اُسی صفت ﴿زندہ کرنے﴾ کی نسبت حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف بھی ہے۔

﴿مذکورہ قسم کی صفات میں لاشریک ہونے کا صحیح مفہوم﴾

اللہ ربُّ العزّت کی صفات اور مخلوق کی صفات میں حقیقت اور مجاز کا فرق ہے، یعنی وہی صفت جب اللہ کریم کے لیے ثابت ہو، تو حقیقی معنی مراد ہوگا، اور وہی صفت مخلوق کے لیے ثابت ہو، تو مجازی معنی مراد ہوگا۔

﴿حقیقی اور مجازی صفات میں چار طرح کا فرق سمجھنا لازم ہے﴾

﴿حقیقی اور مجازی صفات میں پہلا فرق﴾

اللہ ربُّ العزّت کی ہر صفت ہمیشہ سے ہے، جبکہ مخلوق کی کوئی صفت بھی ہمیشہ سے نہیں۔ مزید آسان لفظوں میں یوں کہیں گے، کہ جب کچھ بھی نہ تھا۔

اللہ ربُّ العِزّت تب بھی ہمیشہ سے تھا، اُس کی ہر ہر صفت بھی تھی، اور جب کچھ بھی نہ رہے گا، یعنی ہر چیز (جسمانی لحاظ سے) فنا ہو جائے گی، تب بھی وہ ہمیشہ باقی رہے گا، اور اُس کی ہر ہر صفت بھی ہمیشہ رہے گی۔ اللہ ربُّ العِزّت کی ذات وصفات کے علاوہ نہ کوئی ذات ہمیشہ سے ہے، اور نہ ہی کسی کی کوئی صفت ہمیشہ سے ہے۔ یہاں تک کہ رسولِ کریم ﷺ (جن کی خاطر پوری کائنات بنائی گئی) آپ ﷺ کے نُورِ مُبارک کو اور آپ ﷺ کی شانِ بشریت (جسم مبارک) کو بھی پیدا کیا گیا، یعنی ہمیشہ سے نہیں۔

﴿اللہ ربُّ العزت کی کسی صفت کو مخلوق کہنا کفر ہے﴾

اللہ ربُّ العزت کی کسی صفت کو مخلوق کہنا کفر ہے، جس نے یہ کہا: کہ (العیاذ باللہ) اللہ ربُّ العزت تب خالق (پیدا کرنے والا) ہوا، جب اُس نے مخلوق کو پیدا کیا، تو وہ مسلمان نہیں رہا۔ اِسی طرح جس نے یہ عقیدہ رکھا: کہ اللہ رب العزت تب رازق (رزق دینے والا) بنا، جب اس نے مخلوق کو رزق دیا، تو وہ مسلمان نہیں رہا۔

صحیح عقیدہ یہ ہے کہ اللہ ربُّ العزت تب بھی خالق (پیدا کرنے والا) ہی

تھا، جب اُس نے مخلوق کو پیدا نہیں کیا تھا ،پھر جب اُس نے مخلوق کو پیدا فرما دیا،تو اُسکی اُس شان کا اِظہار ہو گیا۔

﴿وسوسہ ڈالنے کا حیرت انگیز انداز﴾

بعض احباب جب دلائل کی لحاظ سے لاجواب ہو جاتے ہیں، تو مشورہ دیتے ہوئے کہتے ہیں، جناب دیکھیں کہ حقیقی دینے والا، تو اللہ ربُّ العِزّت ہی ہے۔لہذا اُسی ذات کی طرف نسبت کرنا ہی کافی ہے۔

ہم صرف اتنا عرض کرتے ہیں۔ کہ قرآن کریم میں غور و فِکر کریں۔قرآن کریم نے کئی کمالات واختیارات مذکوہ اور دیگر کئی آیات میں اللہ کے پیاروں کی طرف منسوب کرکے بیان کیے ہیں۔تو قرآنِ کریم کو ماننے والا منسوب کرنے سے کیسے اِنکار کرسکتا ہے۔

﴿حقیقی اور مجازی صفات میں دوسرا فرق﴾

اللہ ربُّ العِزّت کی ہر صفت ذاتی ہے،جبکہ اللہ کے پیاروں کی تمام صفات وکمالات اور اختیارات اللہ تعالی کے عطاء کردہ ہیں۔یہ بھی یاد رہے کہ قرآن کریم میں بعض آیات میں مجازی شان وشوکت کو ظاہر کرنے کے لیے ﴿بِاِذْنِ اللہ﴾ کا

لفظ آتا ہے، لیکن اکثر مقامات پر ﴿بِاِذْنِ اللّٰہ﴾ کے لفظ کا ذکر نہیں۔ اس لیے یہ اُصول اچھی طرح ذہن نشین رہے، کہ جب وہ صفت قرآن کریم میں اللہ ربُّ العزت کی طرف منسوب ہو، تو حقیقی معنٰی ہی مراد ہے، اور جب اللہ کے پیاروں کی طرف منسوب ہو مجازی معنیٰ مراد ہے۔

﴿حقیقی اور مجازی صفات میں تیسرا فرق﴾

اللہ ربُّ العِزّت کی ہر صفت غیر مُتناہی ہے، یعنی اُس کی کسی صفت کی کوئی حد نہیں۔ جبکہ اللہ ربُّ العزّت کے بندوں کی بالآخر، بالآخر ﴿عند اللہ﴾ اللہ کی بارگاہ میں کوئی نہ کوئی حد ہے۔ لیکن یاد رہے کہ ہماری عقل جتنی بھی تیز ہو جائے، اُس کی رسائی ایک شہید کی حیات تک نہیں۔ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی حیاتِ مبارکہ اور اُن کا مُقام شہید سے کہیں اُونچا ہے۔

﴿حقیقی اور مجازی صفات میں چوتھا فرق﴾

اللہ ربُّ العزت جسم سے پاک ہے، اُسے کسی صِفت کے اِظہار کے لیے آلات و اعضاء کی ضرورت نہیں، جبکہ مخلوق کو صفات کے لیے آلات (یعنی جسم اعضاء، کان، آنکھ وغیرہ) کی ضرورت ہے۔

﴿اللہ تعالیٰ کے نِظام میں کروڑوں حکمتیں ہیں محتاجی نہیں﴾

اللہ تعالی ہر قسم کی مُحتاجی سے پاک ہے، جس نے اللہ ربُّ العزت کو جسم اعضاء وغیرہ یا کسی بھی چیز کا مُحتاج خیال کیا، اُس نے گویا اُسکی ذات کا ہی اِنکار کردیا۔ لیکن یادرہے کہ اللہ ربُّ العزت انسان کو جسمانی وُجود ماں اور باپ کے ذریعے ﴿وسیلے والے﴾ سے اور دِلوں کو نُورِ ہدایت انبیاء واولیاء کے ذریعے ﴿وسیلے﴾ سے عطا فرماتا ہے، اُس کے اِس ﴿وسیلے والے﴾ نِظام میں کروڑوں حکمتیں ہیں۔ مُحتاجی نہیں۔

﴿حقیقت ومجاز کا فرق سمجھنا اُمن وسلامتی کا ضامن ہے﴾

بعض لوگوں نے نادانی، کی وجہ سے حقیقت ومجاز کا فرق سمجھے بغیر مسلمانوں پر شرک کا فتوی لگا کر واجب القتل کہا: جس کی وجہ سے دہشت گردی کو خوب ہوا مِلی۔ حالانکہ بخاری شریف میں کتاب المناقب: باب علامات النبوة في الاسلام: میں روایت مذکور ہے، کہ رسولِ کریم ﷺ نے قسم اُٹھا کر شرک سے محفوظ رہنے کی ضمانت دی اور فرمایا: اِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ ط

ترجمہ: بے شک اللہ کی قسم: اپنے پردہ کرنے کے بعد مجھے تمہارے بارے میں شرک کا کوئی خطرہ نہیں۔

﴿ماہر اُستاد کی رہنمائی کے بغیر خطرہ ہی خطرہ ہے﴾

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں ایک آیہ کریمہ میں ایک صفت کی نفی ہوتی

ہے، جبکہ دوسری آیت میں اُسی صفت کا ثبوت مِلتا ہے۔ قرآن کریم پڑھنے والا حقیقت اور مجاز کا فرق نہ سمجھنے کی وجہ سے حقیقی معنی والی آیت کی آڑ میں مجازی معنی کا اِنکار کر کے اپنا ایمان ضائع کر بیٹھتا ہے۔ آسمانی کتابوں کے ساتھ انبیاء کرام کو مفہوم سمجھانے اور رہنمائی فرمانے کے لیے لئے ہی بھیجا گیا۔

سورۃ: القصص، آیت ۵۶ میں ہے، اِنَّکَ لَا تَھۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ط

ترجمہ: بے شک (محبوب ﷺ) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دیتے، لیکن اللہ (ربُّ العزّت) جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے۔ جبکہ سورۃ: الشوریٰ،

آیت ۵۲ میں ہے، وَ اِنَّکَ لَتَهۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ط

ترجمہ: اور بے شک (محبوب ﷺ) آپ ہی تو ہدایت کی طرف لاتے ہیں۔

حقیقی اور مجازی صفات میں فرق نہ سمجھنے والا، سیدھا سادہ مُسلمان جب صرف پہلی آیہ کریمہ کو بار بار سُنے گا، تو قرآن کے نام پر دوکھا کھا جائے گا، اور ذہنی طور پر شکوک وشبہات کا شِکار ہو جائے گا۔

اگر بغیر اُصول کے دیکھیں تو دونوں قرآنی آیات کا معنیٰ ایک دوسرے کے

خلاف نظر آئے گا، لیکن اگر اُصول کی روشنی میں مذکورہ پہلی آیہ کریمہ میں فقط حقیقی ہدایت کی نفی ہے، یعنی حقیقی ہدایت دینے والا صرف اللہ ہے۔ جبکہ دوسری مذکورہ آیہ کریمہ میں اُسی صفت کا ثبوت ہے، یعنی جِسے بھی ہدایت نصیب ہوتی ہے، وہ (مجازی طور پر) آپ ﷺ ہی کی بارگاہ سے نصیب ہوتی ہے۔

﴿تیسرے اُصول کی وضاحت﴾

قرآنِ کریم میں کئی ایسی صفات ہیں، کہ وہ صفات اللہ کے پیاروں کی طرف منسوب ہیں، لیکن دیگر آیات میں اُنہیں صفات کی کفار، مشرکین، منافقین

اور بُتوں سے نفی کی گئی ہے، یعنی اللہ کے دوستوں اور دُشمنوں کے لیے احکام وصفات الگ الگ ہیں۔ بے شک اللہ ربُّ العزت کے دوست (انبیاء کرام، اولیاء کرام) بھی مخلوق ہیں، اور اُس کے دُشمن (کفار ومُشرکین) بھی مخلوق ہیں۔

یادرہے کہ مخلوق کا لفظ اِستعمال ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ (نعوذباللہ) کہ دونوں کی صفات واحکام بھی ایک جیسے ہوں، بلکہ اللہ ربُّ العزت کے دوستوں کے لیے الگ احکام ہیں، اور اُس کے دُشمنوں کے لیے الگ احکام ہیں۔

﴿حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی تحقیق﴾

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی تحقیق کے مُطابق کفار (ومُشرکین کے حُکم) والی آیات پڑھ کر، وہی کُفار والا حُکم، خاص مؤمنین (انبیاء کرام، اولیاء کرام) پر لگانا خوارج کی خاص نشانی ہے۔ یعنی کفار (کے حُکم) والی آیات پڑھ کر، وہی حُکم خاص مؤمنیں (انبیاء کرام، اولیاء کرام) لگانا صرف حلال وحرام کا مسئلہ نہیں، بلکہ کُفر اور اِسلام کا مسئلہ ہے۔

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ وَقَالَ اِنَّهُمْ اِنْطَلَقُوْا اِلٰى اٰيَاتٍ نُزِلَتْ فِى الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُئْوْ مِنِيْنَ ط

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کردہ اُس حدیثِ پاک کو باقاعدہ خوارج کے بارے میں باقاعدہ باب (chepter) بنا کر، اُس میں اِس حدیثِ پاک کولائے ہیں۔اور مُسلم شریف میں بھی یہ حدیث پاک (کتاب الزکلة:باب التحریض علی قتل الخوارج میں) موجود ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت امام بخاریؒ اور صاحبِ مُسلم شریف کے نزدیک بھی کفار (وُمشرکین کے حُکم) والی آیات پڑھ کر، وہی کُفار والا حُکم، خاص مؤمنین (انبیاء کرام، اولیاء کرام) پر لگانا خوارج (دہشت گردوں) کی خاص نشانی ہے۔

﴿فرقہ بندی کا بہت بڑا سبب﴾

کفار (وُمشرکین کے حُکم) والی آیات پڑھ کر، وہی کُفار والا حُکم، خاص مؤمنین (انبیاء کرام، اولیاء کرام) پر لگانا، اور اِس آڑ میں شرک کے فتوے لگانا، اور قرآن وحدیث اور توحید کے نام پر عوام الناس کے مذہبی جذبات اُبھار کر

دہشت گردی کے لیے استعمال کرنا فرقہ بندی کا بہت بڑا سبب ہے۔

اگر کلمہ پڑھنے والے مُسلمان دہشت گردوں کی اِس عادت کو اُمتِ مُسلمہ کے سامنے رکھیں، اور اِس جڑ کو ہی ختم کرنے کا فیصلہ کرلیں، تو قرآن و حدیث اور توحید کے نام پر دھوکا کھانے والے مُخلص لوگوں کو بچایا جا سکتا ہے۔

اللہ کے دوستوں اور دُشمنوں کے لیے احکام وصفات الگ الگ ہیں، پہلے قُرآنِ کریم سے مِثالیں پیش کرتے ہیں۔

﴿پیدا کرنے کی صفت﴾

قُرآنِ کریم میں ﴿بتوں﴾ کی بے بسی بیان کرتے ہوئے سورہ :الحج، آیت نمبر :۷۳ میں اِرشادِ ربّانی ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَنۡ یَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجۡتَمَعُوۡا لَہٗ ط

ترجمہ :بیشک اللہ کے علاوہ جن (بتوں) کی تُم پوجا کرتے ہو، وہ سب مل کر بھی ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے۔ مذکورہ آیہ کریمہ میں ﴿بتوں﴾ کی بے بسی واضح

ہے، کہ تمام بُت ملکر ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے۔

یاد رہے کہ یہ حُکم صرف ﴿بُتوں﴾ کے لیے ہے، اللہ ربُّ العزّت کے پیاروں کے لیے احکام اور ہیں، جیسا کہ سورہ :آل عمران: آیت نمبر:۴۹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمالات کا ذکر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اعلان کیا کہ: اِنِّیۡ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَھَیۡئَۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ط

ترجمہ: بیشک میں تمہارے سامنے، اللہ کے دیے ہوئے اِذن (اختیار) سے مٹی سے پرندے کی ہیئت (صورت) بنا کر اُس دم کر کے ﴿میں پرندہ پیدا کردوں گا﴾۔

اب اس مذکورہ آیہ کریمہ میں ﴿پیدا کرنے﴾ کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کی طرف ہے۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ پہلا حُکم ﴿بُتوں﴾ کے لیے ہے، کیونکہ وہ سب مل کر بھی ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے، جبکہ مذکورہ دوسرا حُکم اللہ کے پیاروں کے لیے ہے، کہ اُن کی صرف ایک پھونک میں اِتنا کمال ہے، کہ وہ اللہ کے دیے

ہوئے اِذن (اختیار) سے پرندے پیدا فرمادیتے ہیں۔ اب اگر مذکورہ پہلی آیہ کریمہ کو پڑھ کر یہ کہا جائے کہ اللہ ربُّ العزّت کے پیارے مکھی نہیں بنا سکتے، تو ایسا کہنا، مذکورہ دوسری آیت کا اِنکار اور اللہ ربُّ العزّت کے پیاروں کی بے ادبی ہے۔

﴿معزز ہونے کی صفت﴾

قُرآنِ کریم میں سورہ: النساء، آیت نمبر: ۱۳۹ میں اِرشادِ ربّانی ہے۔ فَاِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا ط

ترجمہ: بیشک ساری عزتیں فقط اللہ کے لیے ہیں۔ مذکورہ آیہ کریمہ کی آڑ میں بعض لوگوں نے محبوبانِ خُدا کی عزّت و اِحترام کی نفی کی۔ حالانکہ پوری آیہ کریمہ پڑھنے سے ہی معلوم ہوجاتا ہے کہ نفی تو فقط ﴿کُفار﴾ کے مُعزز ہونے کی نفی ہے۔ نفی کرنے والے ﴿یُضِلُّ بِہٖ کَثِیۡرًا﴾ اور ﴿وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ﴾ کا مِصداق بن کر فرقہ کی صورت اِختیار کر گئے۔

اللہ ربُّ العزّت کے پیاروں کے لیے حکم اور ہے، جیسا کہ سورہ: المنافقون آیت نمبر: ۸ میں ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط

ترجمہ: اوراللہ(ربُّ العزت) بلند عزت والا ہے اوراُس کا(شان والا)رسول ﷺ بلند بلند عزت والا ہے اور خاص مومنین بلند عزتوں والے ہیں،لیکن جن کواِس (بات) کاعلم نہیں اُس کے دِل میں نِفاق ہے۔

مذکورہ پہلا حکم ﴿کُفّار﴾ کے لیے ہے،جبکہ مذکورہ دوسرا حکم اللہ ربُّ العزت کے پیاروں کے لیے ہے۔

﴿چوتھے اُصول کی وضاحت﴾

قرآن کریم میں اکثر ایسی آیات ہیں،جن میں احکام (مراد)واضح ہیں،انہیں مُحکم آیات کہا گیا۔بعض آیات کوقُرآنِ کریم نے مُتشابہات کہا،اُن آیات کی کیفیت مجہول ہے ۔نیزاُن آیات کا ظاہری معنی مُراد لینا،یا تاویلات (اندازے) کرنا حرام ہے۔اُن آیات کی اللہ کی بارگاہ میں جو بھی مُراد ہے،اُس پرایمان رکھنا ہی کافی ہے۔

سورۃ آلِ عمران آیت ۷ میں ہے:فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ ط

ترجمہ: پس جن کے دِلوں میں کھوٹ ہوتی ہے، وہ مُتشابہ آیات کے پیچھے پڑھ کر اُن کے ذریعے فتنہ (ایمان لُوٹنا) چاہتے ہیں اور اُن آیات کی تاویل (من گھڑت تشریح) کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ اُن (مُتشابہ آیات) کی (حقیقی) تاویل صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

﴿مُتشابہ آیات کی آسان پہچان﴾

اللہ ربُّ العزت کو کسی صِفت کے اِظہار کے لیے آلات و اعضاء کی مُحتاجی نہیں، کیونکہ وہ جسم اور ہر قسم کی مُحتاجی سے پاک ہے۔ جبکہ مخلُوق اپنی صفات کے لیے آلات (یعنی جسم اعضاء، کان، آنکھ وغیرہ) کے محتاج ہیں۔ لہذا جن آیات کے ظاہری معنیٰ میں آلات یعنی جسم، اعضاء، کان، آنکھ، وغیرہ (کی مُحتاجی) اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونا ثابت ہو، وہ آیت مُتشابہ ہے۔

جیسا کہ ☆ سورۃ: طہٰ، آیت: ۵ میں عرش

پر ﴿استوٰی﴾ فرمانا۔ ☆ سورۃ: الحجر، آیت: ۲۹ میں اپنی ﴿روح کا پھونکنا﴾۔ ☆ سورۃ: النور، آیت ۳۵ میں ﴿زمین و آسمان کی روشنی﴾ فرمانا۔

☆سورۃ: الفتح، آیت:۱۰میں ﴿یَدُ (ہاتھ)﴾ فرمانا۔ ☆سورۃ: البقرہ، آیت:۱۵ میں ﴿
☆سورۃ: القمر، آیت:۲۲میں ﴿رب کے آنے کا ذکر﴾ ہونا۔ ☆ سورۃ الزمر: آیت ۵۶ میں اُس کے ﴿پہلو﴾ کا ذکر۔ ☆سورۃ المآئدہ: آیت ۱۱۶ میں اُس کے ﴿نفس﴾ کا ذکر ہے، یہ سب آیتیں مُتشابہات میں سے ہیں۔

امام ابنِ حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں اور تفسیر جامع البیان میں اِمام طبری نے جلد ۳ صفحہ ۱۸۱ میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی تحقیق لائے ہیں۔ یَھْلِکُوْنَ عِنْدَ مُتَشَابِھِہٖ ط کہ خوارج مُتشابہ آیات کی (من گھڑت تاویلات) کیوجہ سے ہلاک ہوئے یعنی اپنی آخرت برباد کر بیٹھے۔

﴿بے ادبی کی تائید کے نتائج﴾

جب کِسی سے بے ادبی کا اِرتکاب ہوجائے، تو اُس کی تائید جائز نہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے کسی ذاتی تعلق کی وجہ سے کسی بے ادب کی حمایت یا تائید کی۔ اُس سے محبت و عشق کی نعمت چھین لی گئی۔

تقریباً ایک سو سال پہلے حاجی امداد اللہ مُہاجر مکیؒ کی کلیات امدادیہ کے نام سے کتاب ہے۔ جو کہ اہلِ سُنت و جماعت (بریلوی) کے معمولات کی مکمل

تائید کرتی ہے۔ لیکن جب بعض والوں نے اپنے مکتبِ فکر کے ذاتی تعلق کی وجہ سے بعض کُفریہ عبارات کی تائید کی۔ تو اُن کے پاس وہ کلیاتِ امدایہ والا محبت وعشق سے آراستہ عقیدہ ہی نہ رہا۔

فرقہ بندی سے بالاتر ہو کر اِس تحقیق پر غور کرنا چاہیے۔ اللہ ربُّ العِزَّت توبہ کی توفیق دینے والا ہے۔

﴿صفات کے بارے میں پابندی﴾

اللہ ربُّ العزت کی صفات توقیفی ہیں، یعنی صفات کے بارے میں پابندی ہے، کہ جس صفت کا اُس ذاتِ باری تعالٰی کی طرف منسوب ہونا مضبوط دلیل سے ثابت ہو، صرف اُسی پر اِکتفاء لازم ہے۔ بعض جاہل لوگ (نعوذ باللہ) جو صفت اچھی لگے، اپنی طرف سے اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ ایسا کرنا کُفر ہے۔

﴿عقیدہ توحید کے شاندار نتائج﴾

اللہ ربُّ العزت کے فضل وکرم سے ہم نے تنقیدی اور اِختلافی لہجے سے بچتے ہوئے کئی جگہوں پر پُختہ دلائل اور شرعی آداب سے آراستہ اِسلامی عقیدہ

توحید بیان کیا، جس کی برکت سے ہزاروں ایسے احباب جو فقط غلط فہمیوں کی وجہ سے اہلِ سُنت و جماعت سے بدظن ہو چکے تھے، وہ توبہ کرتے ہوئے واپس لوٹ آئے۔

﴿اِنسانیت کی سب سے بڑی خدمت﴾

اولیاء اللہ کی نظر میں کسی کو دوزخ والے راستے سے بچا کر جنّت کے راستے پر لے آنا، اِبنِ آدم کی سب سے بڑی خدمت ہے، اور وہ عقائد پھر اعمال کے ساتھ تزکیہ یعنی ہر لحاظ سے مکمل اِسلام میں لانا ہے۔ پھر اُس کے بعد جا کر رفاعی کام کرنے کی فضیلت ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کئی ہسپتال اور دیگر رفاعی کام کفّار نے کروائے، کسی کے رفائی کام سے متاثر ہو کر قرآنی عقیدہ سے ہاتھ دھو لینا دونوں جہانوں کا خسارہ ہے۔

﴿صوفیائے کرام کی تربیت کا نچوڑ﴾

دو چیزیں ہر دور کے اولیاء اللہ کی تربیت کا خصوصی مرکز رہیں، جس کے لیے وہ کوشاں رہے۔ (۱)۔ لوگ شرعی آداب سے مُزین صحیح اسلامی عقیدہ توحید پر استقامت اِختیار کریں۔

(۲)۔رسولِ کریم ﷺ کی سینہ مبارک پھیلنے والا نسبت والا نُور اُمتِ مُسلمہ کے دِلوں میں سرایت کر جائے۔

ظاہر ہے کہ جس خوش نصیب کو یہ دونوں چیزیں حاصل ہو جائیں گی، وہ خوشی خوشی، ذوق وشوق سے اپنے جسم پر نظامِ مُصطفٰے ﷺ نافِذ کرنے کے بعد اپنے گھر، محلے اور مُلک میں نظامِ مُصطفٰے ﷺ نافِذ کرنے کے لیے اِنتہائی مُخلِص کارکُن ثابت ہوگا۔

اِس مِشن میں کامیابی کی منزل تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کم ازکم اپنے ایک بچے کو مکمل عالِم دین بنائیں، اور رسم ورواج سے بچنے والے کسی کامل مرد کی مجلس میں بھی لاتے رہیں، تاکہ رسولِ کریم ﷺ کی سینہ مبارک تقسیم ہونے والا نسبت والا نُور دِلوں میں سرایت کر جائے۔

اللہ ربُّ العزّت اپنے نام اور اپنے پیاروں کی شان کا صدقہ ہمیں عِلمی ذوق شعور و بیداری عطا فرمائے۔ اور نبیِ کریم ﷺ کی محبتوں کے زیرِ سایہ اُمتِ مُسلمہ کو فرقہ بندی سے بچ کر مُتحد ہو کر اسلام کی سربلندی کے لیے کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بِوَسِلَةِ سَیِّدِالْمُرسَلِیْنَ۔